Fikr-o-Nasar (Islamabad) 28-29:4,1-2 (1991)

ابن رشد اور علم کلام

عبید اللہ قدسی

قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد ابن احمد بن رشد الاندلسی المالکی چھٹی صدی ھجری کی ابتداء یعنی، ۵۲۰ ھ میں پیدا ھوئے ۔ ان کے آباء و اجداد بھی اھل علم تھے ، ان کے خاندان کا علماء میں مستند مقام تھا، ان کے دادا قرطبہ کے قاضی تھے اور ابن رشد بھی قرطبہ کے قاضی القضات یعنی چیف جسٹس تھے ۔

یورپ پر ابن رشد کا کس قدر اثر ھوا اور مسلمان ان سے کیوں ناواقف رھے یہ ایک تلخ داستان ہے ، مسلمانوں کی ناواقفیت کی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ ابن رشد کی وفات کے بعد اندلس میں تیزی کے ساتھ انحطاط شروع ھوا ۔ چنانچہ ابن خلدون نے لکھا ہے اندلس کی اجتماعی حالت نہایت ابتر ھو گئی ہے اور اسی بنا پر یہاں علوم و فنون کی کساد بازاری ہے ، خصوصاً علوم عقلیہ کو یہاں اب کوئی نہیں پوچھتا ، (۱) یہی وجہ ہے کہ ان کے عربی نسخے بہت کم شائع ھوئے ، اور مشکل سے اندلس کے باھر گئے ، اس کے علاوہ عربی کی قلمی کتابوں کی ھولناک بربادی جو کارڈنل زمی کے حکم سے عمل میں آئی ، (جس کے لئے کہا جاتا ہے کہ غرناطہ کی شارع عام پر جو کتابیں جلادی گئیں ان کی تعداد اسی ہزار تھی) اس کا نتیجہ یہ ھوا کہ ان کی تصنیفات کے عربی متن نادرالوجود ھو گئے ۔

ابن خلکان اور صفدی جو مشاھیر اسلام کی انسائیکلوپیڈیا کے مصنف ھیں ایک حرف ابن رشد کے متعلق نہیں لکھتے ۔ جمال الدین

قفطی نے ابن رشد کی وفات کے ایک عرصہ بعد تاریخ الحکماء مرتب کی وہ ابن رشد کا نام تک نہیں لیتا ، حالانکہ اس نے اندلس کے بہت سے گمنام فلسفیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون ، اسلامی کتابیات مرتب کرنے کی غرض سے تصنیف کی اس فہرست میں ابن رشد کی صرف تین کتابوں کا مختلف مقامات پر ذکر ہے۔ ابن الآبار نے تکملہ لکتاب الصلة میں صرف چار کتابوں کا ذکر کیا ہے ، قاهرہ کے کتب خانے خدیویہ میں کل چار کتابیں موجود هیں ، هندوستان کے کتب خانے مسجد آراہ میں تلخیص منطق کے صرف دو ٹکڑے پائے گئے هیں ، (۲) المجتهد و نهایت المقتصد علم کلام پر ابن رشد کی واحد تصنیف ہے جو ۱۳۲۷ھ میں پہلی مرتبہ دنیا میں شائع هوئی ، (۳) ابن رشد کی دوسری صرف دو کتابیں عربی میں شائع هوئی هیں ، اور وہ بھی یورپ سے نقل کرنے کے بعد ، ان کی تصانیف کی زیادہ تر اشاعت عبرانی اور لاطینی زبانوں میں هوئی ہے۔

اس وقت ابن رشد کی تصنیفات کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا ، ابن ابی اصیبعه کے بیان کے مطابق ان کی کل تعداد پچاس ہے ، (۴) لیکن اسکوریال لائبریری میں ابن رشد کی کتابوں کی تعداد ۷۸ ہے یہ طب ، فلسفه ، علم کلام ، فقه ، اصول فقه ، علوم نحو ، علم هیئت وغیرہ کی کتابوں پر مشتمل هیں ۔

یورپ کی بہت سی لائبریریوں میں ابن رشد کی کتابوں کا ذخیرہ موجود ہے جس کی تفصیل رینان کی کتاب ابن رشد و فلسفه ابن رشد میں درج ہے۔

بعض عربی نسخے عبرانی خط میں لکھے هوئے هیں اور بعض عبرانی میں تراجم هیں ، ان کی بھی تفصیل رینان نے لکھی ہے۔ گذشتہ صدی کی معلومات کے مطابق ابن رشد کی فلسفه میں اٹھائیس

کتابیں یورپ میں مشہور ہوئیں، طب میں بیس کتابیں موجود ھیں ، فلسفہ اور اصول فقہ میں آٹھ کتابیں ، علم کلام میں چھ کتابیں ھیں اور علم ھیئت میں چار کتابیں اور علوم نحو میں دو کتابیں ھیں ، یہ سب یورپ میں موجود ھیں ۔

یورپ نے ابن رشد سے کافی فائدہ اٹھایا اس لئے کہ دسویں صدی عیسوی سے اندلس میں عربی زبان مسلمانوں اور یہود و نصاری سب کی مشترکہ زبان تھی ، وھی اس سرمایہ کے وارث ہوئے اور اس طرح یہ سرمایہ بآسانی یورپی زبانوں میں منتقل ھوا ۔

اسپین کی تباھی کے بعد ابن رشد کے یہودی تلامذہ ان کی تصنیفات کا بیشتر حصہ اپنے خاندانوں کے ساتھ ھجرت کے وقت اپنے ساتھ یورپ کے دوسرے ممالک لیتے گئے ، (۵) ، چنانچہ اندلس کی ابتری کا نقشہ کھینچتے ہوئے ابن خلدون نے اسی وقت نشاندھی کی تھی ، ,,سنا ہے فرنگستان میں علوم عقلیہ کا چرچا زوروں پر ہے وھاں متعدد علمی سوسائیٹیاں قائم ھیں اور لوگ علوم عقلیہ کی تحصیل میں بہت جدوجہد کرتے ھیں ،، (٦) ۔

یورپ نے ابن رشد کے نقش قدم پر نشأۃ ثانیہ کی ایسی عظیم الشان عمارت تعمیر کی جو عقل و مشاھدہ کے مضبوط اور استوار ستون پر قائم ہے ۔ یورپ میں ان کی کتابوں کو بار بار شائع کیا گیا اور مسلسل تحقیق جاری رھی ۔ بقول رینان ابن رشد کے کامل یا ناقص لاطینی ترجمے جو ۱۴۸۰ء اور ۱۵۴۰ء کے مابین ساٹھ سال میں شائع ہوئے ھیں بےشمار ھیں ، کوئی سال ایسا نہیں جاتا تھا جس میں ایک نیا ایڈیشن شائع نہ ھوتا ھو ، صرف ایک وینس میں پچاس ایڈیشن تک شمار میں آئے ھیں جن میں سے چودہ یا پندرہ کم و بیش مکمل تھے ، چنانچہ چودھویں صدی سے لے کر سترھویں

صدی تک یورپ میں عربی فلسفه کا بول بالا رها اور پندرهویں صدی میں یورپ کی یونیورسٹیوں میں صرف ابن رشد هی کا دور دوره تھا اور کوئی دوسرا مفکر قابل توجه نہیں رها تھا ۔

اهل یورپ نے مسلمانوں کے علوم اور ابن رشد کے فلسفه سے اکتساب نور کر کے اس کی روشنی سے جو ترقی کی اسے اس طرح اپنا بنا لیا که بعد میں اپنی تاریخ فلسفه سے عربی فلسفه کی تاریخ اور اس کے اثرات کے ذکر کو یک قلم محو کر دیا ۔ میں مثال کے طور پر ویب (Webb) کی تاریخ فلسفه پیش کرتا هوں ، پوری کتاب میں صرف ایک جگه ارسطو کے فلسفه کے ضمن میں بڑی ناگواری کے ساتھ مسلمانوں کے لئے چند جملے ایک اختلافی مسئله کے باب میں لکھے هیں ۔ وه لکھتا ہے که ,,یه اختلاف اس وجه سے اور بھی زیاده نمایاں اور ناگوار معلوم هوتا تھا که ارسطو کی بعض اهم ترین تصانیف اسپین کے مسلمان ارباب علم و فضل کے ذریعه اور ان حاشیوں اور شرحوں کے ساتھ آئی تھی ، ان میں سے ایک ابن رشد تھا جو ایک بہتر محشی و شارح مشہور تھا ، جیسا که ارسطو بہترین فلسفی تھا، ابن رشد صرف برائے نام هی مسلمان تھا،، (۷) آگے چل کر یه مورخ فلسفه یورپ کے اهل فکر کی تاریخ کو براه راست یونان سے وابسته کرتا ہے اور پندرهویں صدی سے لے کر سترهویں صدی تک فکری ارتقا میں مسلمانوں کا جو غیر معمولی حصه رها ہے اس کے بارے میں ایک سطر کا بھی روادار نه تھا ، یہی حال بڑے بڑے علمی مورخین مثلاً هوفڈنگ ، رائٹ وغیره کا ہے ۔

میں نے ویب کی تاریخ فلسفه کا خصوصیت سے اس لئے ذکر کیا ہے که اس کا اردو میں ترجمه حیدر آباد دکن سے شائع هوا تھا اور اب اس ترجمه کو بڑے اهتمام کے ساتھ کراچی یونیورسٹی نے شائع کیا ہے،

جسے ڈاکٹر منظور احمد صاحب نے ایڈٹ کیا اور آخر میں ایک باب کا اضافہ کیا ہے۔

مسلمانوں میں ابن رشد کی جانب سے غفلت کی بڑی وجہ تو ان کی تصنیفات تک نارسائی تھی لیکن دوسری اہم وجہ تقلیدی جمود اور علمی و فکری زوال تھا جیسا کہ ابن خلدون نے بیان کیا ہے۔

دنیا کی فکری تاریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ علمی افکار میں کمال اسی وقت پیدا ہوا ہے جب دو تین سو سال تک دنیا میں امن وامان رہا ہے، مسلسل تین چار نسل تک مفکرین کو کام کرنے کا موقع ملا ہے، چراغ سے چراغ جلتے چلے گئے ہیں اور اہل علم کی کثیر تعداد تواتر کے ساتھ فکری ترقی کے لئے مشغول رہی ہے۔

ابن رشد سے پہلے چار پانچ سو سال تک اسلامی ممالک میں علمی ترقی نہایت سرعت کے ساتھ ہوتی رہی تھی، تمام دنیا کے افکار عربی میں منتقل ہو چکے تھے، علوم و فنون میں ایک سے بڑھ کر ایک باکمال پیدا ہو رہے تھے، مختلف اکیڈیمیاں اور معمل خانے سرگرم عمل تھے، علماء کی کثیر تعداد میں تواتر کے ساتھ علم منتقل ہوتا رہا تھا، اس تسلسل میں کوئی وقفہ پیدا نہیں ہوا تھا، چنانچہ ابن رشد سے پہلے وہ تمام باکمال اہل علم اپنا کام کر چکے تھے تاریخ افکار میں جن کا ذکر آتا ہے، مثلاً کندی، فارابی، بو علی سینا، ابن باجہ،ابن طفیل، غزالی، جماعت اخوان الصفا وغیرہ۔ اور بعض ان کے ہم عصر تھے، مثلاً ابن طفیل اور شیخ اکبر ابن عربی۔

فلسفہ اور طب کے ائمہ فن کے علاوہ شریعت، طریقت اور سائنس کے علوم و فنون کی ترقی کا زرین عہد ابن رشد تک جاری تھا، تمام مشہور شاعر، ادیب، نحوی و صرفی، تنقید نگار، تمام

ائمه فقه اور اصول فقه ، تمام محدثین ، متکلمین ، تمام مشہور قاضی، مفتی اور مقنن تمام مشہور سائنس دان اور مصنفین اپنے علم سے دنیا کو فیضیاب کر چکے تھے ، چنانچه وہ تمام علوم و فنون جن میں اس وقت تک عربی نے کمال پیدا کیا تھا ، ابن رشد نے سب میں تصانیف چھوڑیں اور ہر ایک میں اپنی اجتہادی فکر ، بالغ نظری اور تبحر علمی کی وجه سے کمال کا اظہار کیا ، یہی وجه ہے که ابن رشد کو جدید علم کلام کا بانی اور ماہر فقیه مانا جاتا ہے۔

ابن رشد نے جس طرح فلسفه اور حکمت میں بو علی سینا کو پیچھے چھوڑ دیا اسی طرح شریعت میں مالکی فقه کی تہذیب و تدوین میں سب سے اعلی مقام حاصل کر لیا ، علم کلام اور فلسفه میں ان کے بعد کوئی اس پایه کا شخص پیدا نہیں ہوا لیکن ابن رشد یورپ کے حصه میں آئے اور غزالی مشرق کے حصه میں ۔

مغرب نے ابن رشد کی کتابوں کے سینکڑوں ترجمے کیے ، تین سو سال تک یونیورسٹیوں میں پڑھتے پڑھاتے رہے ، ان کے علم کلام فقه اور اصول فقه سے اپنے چرچ کے قوانین میں جلا پیدا کی ، غرض عربوں کے علوم سے مغرب نے پورا پورا فائدہ اٹھایا ، تجربه اور مشاہدہ کو اپنا رہنما بنایا ، عالم فطرت پر غور و فکر اور اس کی تسخیر کو اپنا ایمان قرار دیا ، لہذا وہ ہمارے پیشرو بن گئے اور ہم ان کی تقلید تک نه کر سکے ، علامه اقبال نے اس بات کو واضح کیا ہے وہ لکھتے ہیں که ,,مغربی تہذیب دراصل اسلامی تہذیب ہی کے بعض پہلوؤں کی ایک ترقی یافته شکل ہے،، اس کے بعد ہماری ناکامی کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ، بات یه ہے که پچھلی متعدد صدیوں میں جب عالم اسلام پر ذہنی غفلت اور بےہوشی کی نیند طاری تھی یورپ نے ان مسائل میں نہایت گہرے غور و فکر سے کام لیا جن سے

کبھی مسلمان فلسفیوں اور سائنس دانوں کو دلی شغف رہا ہے ، قرون وسطیٰ سے لے کر اب تک جب مذاہب الٰہیات کی تکمیل ہوئی انسانی فکر اور تجربہ کی دنیا میں غیر معمولی وسعت پیدا ہو چکی ہے ۔ فطرت کی تسخیر اور اس پر غلبے نے انسان کے اندر ایک تازہ یقین اور ان قوتوں پر جن سے اس کے ماحول نے ترکیب پائی فضیلت کا ایک نیا احساس پیدا کر دیا ہے ، نئے نئے نقطہائے نظر ہمارے سامنے آ رہے ہیں ، قدیم مسائل کو جدید تجربات کی روشنی میں حل کیا جا رہا ہے ، نیز کئی ایک اور نئے مسائل پیدا ہو گئے ہیں ، معلوم ہوتا ہے کہ عقل انسانی زمان و مکان اور علیت ایسے بنیادی معقولات کی دنیا سے بھی آگے نکل جائے گی ، پھر جوں جوں افکار سائنس ترقی کر رہے ہیں ، انسانی علم و ادراک کے متعلق بھی ہمارے تصورات بدل رہے ہیں ، (۸)۔

علامہ ابن رشد نے سائنس کی ترقی ، نئے نئے علوم کی ترویج اور نئے نئے نقطہائے نظر کا حل قرآن کی روشنی میں پیش کیا اور خالص قرآنی نقطہائے نظر کو اس طرح پیش کیا جس کے بعد اس عالم کی تسخیر اس کے علوم اور سائنس کی ترقی میں پورے طریقہ سے حصہ لینے اور نئے نئے مسائل پیدا کر کے ان کو حل کرنے اور آگے بڑھنے کا فریضہ انسانی فطرت کا داعیہ اور قرآنی حکمت کو موضوع بن جاتا ہے اگر قرآن کی یہ واضح تبلیغ اور یہ اصول مسلمانوں نے پیش نظر رکھے ہوتے تو آج وہ علمی ترقی میں کسی طرح بھی یورپ سے پیچھے نہ رہتے ۔

میرے سامنے اس وقت علم کلام پر ابن رشد کی دو کتابیں ہیں ایک مناہج الادلہ فی عقائد الملۃ ، اس میں ابن رشد نے معتزلہ ، اشاعرہ ، ماتریدیہ، صوفیہ ، وحدانیہ ، وغیرہ تمام مکاتب فکر کی

مختلف مسائل پر دلیلوں کو بیان کیا ہے اور پھر تمام فرقوں کے باھم تصادم اور مقابلوں پر محاکمه کیا ہے ، علم کلام کی یه کتاب کل ایک سو ستره صفحات کی ہے ، مصر بغداد اور بیروت کی یونیورسٹیوں میں پیش نظر رهتی ہے ، لیکن افسوس که برصغیر کے مدارس اور یونیورسٹیوں کے اساتذه اس سے قطعی واقف نہیں هیں ، هماری یونیورسٹیوں میں اسلامی افکار اور علم کلام پر یورپ والوں کی انگریزی میں ترجمه کی هوئی کتابیں پڑھائی جاتی هیں ۔

کتاب الادله سے جبر و قدر کا مسئله میں مختصر طور پر پیش کرتا هوں ۔ چونکه قضا و قدر کا مسئله هماری زندگی کے مسائل پر حاوی ہے ، اور اسی کے اعتقاد کی بنیاد پر هم پوری زندگی کے مسائل حل کرتے هیں ، آرزوؤں اور خواهشوں کی نشوونما سے لے کر موت اور آخرت کے مسائل تک تمام اسی سے وابسته نظر آتے هیں ، اس لئے زندگی کے کسی مرحله پر بھی هم اس سے بےنیاز نہیں هو سکتے ، قضا و قدر کا مسئله همیشه هر مفکر کا دامن گیر رها ہے ، اس لئے ابن رشد کے منہاج شریعت کو سمجھنے کے لئے مثال کے طور پر بھی یہی مسئله پیش کر رها هوں ۔

مسلمان مفکرین کے لئے یه مسئله اس لئے بھی مشکل هو گیا که قرآن مجید میں ایسی بہت سی آیتیں هیں جن سے صاف معلوم هوتا ہے که الله هر چیز کا خالق ہے اس کے حکم کے بغیر ایک ذره بھی نہیں هلتا اور وهی سب کچھ کرتا ہے دوسری بہت سی آیتوں سے ظاهر هوتا ہے که بنده اپنے افعال میں آزاد ہے وه جو چاهے کرے لہذا وه جو کچھ کریگا اس کا وه جواب ده ہے ۔ بظاهر یه تضاد ہے ، اس لئے مسلمانوں کے دو گروه هو گئے ، اهل جبر اور معتزله ، پھر ان دونوں میں توافق کی کوشش کی گئی ۔ علماء کا یه گروه اشعریه کہلایا

لیکن یه لوگ زیادہ کامیاب نہیں ہوئے بلکه اہل جبر کے قریب ہی رہے ،، ۔ اس کے بعد ایک گروہ نے معتزلہ کی رائے کی تنقید کی لیکن ان کی دلیلیں بھی بالکل ناکام رہیں ۔ یه گروہ ماتریدی کہلایا ۔ ان سب کے بعد ابن رشد نے اس مسئلہ کا حل پیش کیا ۔ یه ایسا حل ہے جسے عقل بھی قبول کرتی ہے اور شریعت کا منشا بھی معلوم ہوتا ہے۔

جبریہ فرقہ کے سرگروہ جہم بن صفوان کی رائے تو یه تھی که ,,لوگوں کے افعال خود ان سے سرزد نہیں ہوتے بلکه اللہ ان کا خالق ہے، یہاں تک که اضطراری افعال جیسے ہاتھ کا رعشه اور اختیاری افعال جیسے کلام اور حرکت دونوں میں وہ فرق نہیں کرتے ، ہر کام میں انسان مجبور محض ہے اور اس طرح انھوں نے انسان کا مرتبہ حیوان سے بھی گرا دیا ، وہ اپنی دلیلوں میں اس قسم کی آیتیں پیش کرتے ہیں که ,,واللہ خالق کل شئی ، واللہ خلقکم وما تعملون ،، وغیرہ ، حالانکه ان آیتوں کا مطلب واضح ہے۔ بندہ کی قدرت اور ہے اور اللہ کی قدرت اور اس طرح اللہ کی تخلیق اور ہے ، اور بندہ کی تخلیق اور ، لیکن انھوں نے خدا کو بندے پر قیاس کر لیا ۔

معتزلہ اس کے برخلاف اس بات کے قائل ہیں که انسان اپنے افعال میں قطعی مختار ہے ، انسان نے اگر کوئی کام کیا تو وہی اس کا خالق ہے۔ البته اضطراری افعال جن کا ارادہ سے تعلق نہیں ہے ، وہ انسان کی تخلیق نہیں ہیں ۔ وہ کہتے ہیں اگر یه افعال انسان کے اختیاری نہیں ہوتے تو عذاب و ثواب لازم نه ہوتے ، دلیل میں اس قسم کی آیتیں پیش کرتے ہیں ۔

ان اللہ لایغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نه ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

فمن یعمل مثقال ذرة خیراً یره ، و من یعمل مثقال ذرة شراً یره ، وغیرہ ۔

اس جبر و اختیار کے تضاد کو رفع کرنے اور ان میں موافقت پیدا کرنے کی ضرورت ہوئی لہذا اشعریہ نے جبریہ اور معتزلہ کا درمیانی راستہ اختیار کیا لیکن وہ دلائل کے بجائے الفاظ کے الٹ پھیر میں پھنس گئے ، انہوں نے کہا انسان کے افعال ارادے کے تابع ہیں ، یعنی انسان جب کسی فعل کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالی اس لمحہ اس کے نفس میں اس فعل کے کرنے کی قدرت پیدا (خلق) کر دیتا ہے ، یہ کسب ہے یہ تخلیق نہیں ہے ، انسان نے اگر قتل کا ارادہ کیا تو اسی لمحہ اللہ نے اس میں قتل کی قوت پیدا کر دی ، اس دلیل کی کمزوری ظاہر ہے ، اس میں اشعری جبریہ سے زیادہ قریب ہو گئے اور جہد و کوشش کا ان کے یہاں کوئی مقام نہیں رہا ،

ماتریدی خلق افعال میں معتزلہ کے خلاف ہیں ۔ ان کی رائے یہ ہے کہ طاعت اور معصیت کے تضاد میں بندہ کو اصلاح کی قدرت ہے ، بندہ اس قدرت کی توجیہ پر مختار ہے ، لیکن چونکہ انسان مخلوق ہے اس لئے اس کے افعال بھی اللہ کی مخلوق ہیں اس طرح معتزلہ سے ان کا اختلاف لفظی رہ جاتا ہے اس لئے کہ ماتریدی کہتے ہیں بندہ افعال کا اکتساب کرتا ہے اور معتزلہ کہتے ہیں تخلیق کرتا ہے نتیجہ دونوں کا ایک ہے اصطلاحیں دو ہو گئیں لیکن معنی ایک ہی ہے ۔

ابن رشد نے اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے وہ جدلی طریقہ اختیار نہیں کیا جو اہل کلام کا طریقہ تھا ، بلکہ انہوں نے اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں اور پورے عناصر کا مطالعہ کیا اور پھر استقرائی طریقہ اختیار کیا جو قرآن کا طریقہ ہے ، انہوں نے اول تو دونوں فریقوں کے دلائل و شواہد کی نصوص پیش کیں ، ان کے دلائل کا جائزہ لیا اور پھر اپنا نظریہ پیش کیا ۔

ابن رشد کہتے ھیں کہ دونوں متضاد قوتیں اللہ نے بندے میں ودیعت کی ھیں لیکن ان پر اختیار مطلق نہیں ہے بلکہ خارجی اسباب سے مقید ہے ، یہ خارجی اسباب کائنات کے داعیے اور طبیعات کے مقتضیات ھیں ، یہی اسباب ھمارے افعال میں معاون اور کبھی مانع بن جاتے ھیں ، ان خارجی اسباب میں انسانی فطرت ، جبلت ، ماحول ، اور کائنات کا باقاعدہ نظام شامل ہے ، اور یہی اللہ کی قدرت ہے ، ان تمام اسباب اور نظام کائنات کو اللہ تعالی نے ھماری تسخیر کے لئے بنایا ہے ، یہ رات دن ، یہ شمس و قمر ، یہ پانی یہ ھوا ، یہ بارش یہ سمندر ، یہ پہاڑ ، ھر انسان کے داخلی اسباب نفسیات ، ذھنی ترقی وغیرہ ، غرض یہ تمام انسان کے داخلی اور خارجی اسباب اللہ تعالی نے انھیں ھمارا مسخر کر دیا ہے ، اللہ تعالی نے ھمیں قوت عطا کی ہے کہ ھم ان متضاد قوتوں پر قابو پالیں اور اپنے ارادے کی تکمیل کریں ، ارادے ھمارے تخیل کو عملی جامہ پہنانے کے لئے شوق دلاتے ھیں اور ھم علم و حکمت کے ذریعہ جو اسباب زمانی ھیں اپنے افعال کی تکمیل کرتے ھیں اور قدرت ھماری آرزوؤں کی تکمیل میں ھماری مساعد ھوتی ہے ۔ (۹)

جن خارجی پہلوؤں کی تسخیر پر ابن رشد نے زور دیا ہے ان کی نسبت علامہ اقبال لکھتے ھیں ،

,,اگر ھم اس سے (یعنی خارج سے) غفلت برتتے ھیں یا اسے اپنے قابو میں لانے کی کوشش نہیں کرتے ھیں تو ناممکن ہے کوئی زندہ اور پائدار تمدن قائم کر سکیں ، ایشیا بلکہ دنیائے قدیم کے سارے تمدن محض اسی لئے ناکام رھے کہ انھوں نے حقیقت کی طرف داخل کی راہ سے قدم بڑھایا اور پھر داخل سے خارج کی طرف ۔ یوں انھوں نے نظریات تو قائم کر لئے مگر طاقت سے محروم ھو گئے اور ظاھر ہے صرف نظریوں کی بناء پر کوئی پائدار تمدن قائم نہیں ھو سکتا ۔ (۱۰)

ابن رشد کی دوسری مستند اور سب سے اہم کتاب علم کلام پر فصل المقال ہے ، یہ چالیس صفحوں کی مختصر کتاب جامعیت اور حکمت کے لحاظ سے عربی فکر کا خلاصہ ہے ، مسلمانوں کی ترقی کا راز اور قرآنی حکمت اس میں بند ہے اسلامی فکر اور علم کی ترقی کے اصول اس میں بیان کئے گئے ہیں ، اس میں مفکرین کے لئے ایک طریقہ کار مقرر کیا گیا ہے اور علمی جہانگیری کے ضوابط اس میں درج کر دیئے گئے ہیں ۔ یہ کتاب یورپ سے انگریزی کے علاوہ مختلف زبانوں میں کئی دفعہ شائع ہوئی ، اس کا بہترین نسخہ ۱۹۶۴ء میں جارج حورانی نے ایڈٹ کر کے لندن سے عربی میں شائع کیا ،

آخر میں وہ خیالات بھی سن لیجئے جن پر انھوں نے اپنی کتاب فصل المقال کو ختم کیا ہے ، وہ کہتے ہیں قرآن سب کے لئے ہے ، لہذا جن کی عقل ظاہر تک محدود ہے انہیں وہیں تک رکھنا چاہئیے لیکن جو اہل حکمت ہیں وہ باطن سے واقفیت حاصل کریں ، لیکن تقوی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں ، اختلاف کو مٹائیں ، محبت کو بڑھائیں اور فرقے مٹائیں ، اللہ تعالی ہی توفیق دینے والا اور اپنے فضل سے ہدایت فرمانے والا ہے ۔ (۱۱)

حواشی

۱ ۔ مقدمہ ابن خلدون ، قاہرہ ، ص ۲۳۳

۲ ۔ ابن رشد ۔ محمد یونس انصاری ، ص ۱۳۱

۳ ۔ معجم المطبوعات ، سر کیس ، قاہرہ ۱۹۲۸ء (تذکرہ ابن رشد)

۴ ۔ عیون الانبا فی طبقات الاطباء ، ابن ابی اصیبعہ (ابن رشد)

۵ ۔ ابن رشد و فلسفہ ، رینان ، ص ۱۰۳

۶ ۔ مقدمہ ابن خلدون ۔ قاہرہ ، ص ۲۳۲

۷ ۔ ویب ، تاریخ فلسفہ ، حیدر آباد دکن ، ص ۹۷ ، کراچی یونیورسٹی ایڈیشن ص ۹۲

۸ ۔ اقبال ، تشکیل جدید الہیات اسلامیہ ، ص ۱۱

۹ ۔ اقبال ۔ تشکیل جدید الہیات اسلامیہ ، لاہور ۱۹۵۸ء ص ۱۸

۱۰ ۔ اقبال ۔ تشکیل جدید الہیات اسلامیہ ، لاہور ۱۹۵۸ء ص ۲۲

۱۱ ۔ ابن رشد ، کتاب فصل المقال ، لیدن ، ۱۹۵۹ ء

★★★